بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

زمانہ حال میں مسلمانوں کی جماعت کے لیے لفظ "قوم" کا استعمال بڑی کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے، اور انکی اجتماعی ہیئت کے لیے "قومیت" کا لفظ عموماً اصطلاح کے طور پر مستعمل ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس لفظ کے استعمال میں ایک اصولی غلطی پوشیدہ ہے جس پر تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی اجتماعی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے ہم اُسی اصطلاح سے کام لینے پر مجبور ہیں جو ہمارے زمانہ میں اس مفہوم کے لیے استعمال کی جاتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اہل جاہلیت کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور اس کو قبول کرنے سے صحیح مقصد و مدعا کے ساتھ ساتھ جاہلی تصورات بھی آپ سے آپ راہ پا لیتے ہیں۔ اہل جاہلیت نے "قومیت" کو کبھی خالص تہذیبی بنیاد پر قائم نہیں کیا، نہ قدیم جاہلیت کے دور میں اور نہ جدید جاہلیت کے دور میں۔ ان کے دل و دماغ کے ریشوں میں نسلی اور روایتی علائق کی محبت اس طرح پلا دی گئی ہے کہ وہ نسلی روابط اور تاریخی روایات کی وابستگی سے "قومیت" کے تصور کو کبھی الگ نہ کر سکے۔ جس طرح قدیم عرب میں "قوم" کا لفظ عموماً ایک نسل یا ایک قبیلہ کے لوگوں پر بولا جاتا تھا اسی طرح آج بھی لفظ "نیشن" کے مفہوم میں مشترک جنسیت (Common descent) کا تصور لازمی طور پر شامل ہے۔ اور یہ چیز چونکہ بنیادی طور پر اسلامی تصور اجتماع کے خلاف ہے اس وجہ سے قرآن میں "قوم" اور اسکے ہم معنی دوسرے الفاظ مثلاً "شعب" وغیرہ کو مسلمانوں کی جماعت کے لیے اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی اصطلاح اُس جماعت کے لیے کیونکر اختیار کی جا سکتی تھی جس کے اجتماع کی اساس میں خون اور خاک اور رنگ اور اس نوع کی دوسری چیزوں کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا، جس کی تالیف و ترکیب محض

اصول اور مسلک کی بنیاد پر کی گئی تھی، اور جس کا آغاز ہی ہجرت اور قطع نسب اور ترک علائق مادّی سے ہوا تھا۔

قرآن نے جو لفظ مسلمانوں کی جماعت کے لیے استعمال کیا ہے وہ حزب ہے، جس کے معنی پارٹی کے ہیں۔ "قومیں" نسل و نسب کی بنیاد پر اٹھتی ہیں، اور پارٹیاں اصول و مسلک کی بنیاد پر بنتی ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمان حقیقت میں "قوم" نہیں ہیں بلکہ "ایک پارٹی" ہیں، کیونکہ ان کو تمام دنیا سے الگ، اور ایک دوسرے سے وابستہ صرف اس بنا پر کیا گیا ہے کہ یہ ایک اصول اور مسلک کے معتقد و متبع ہیں، اور جن سے ان کا اصول و مسلک میں اشتراک نہیں وہ خواہ ان سے قریب ترین مادّی رشتے ہی کیوں نہ رکھتے ہوں، ان کے ساتھ ان کا کوئی میل نہیں ہے۔ قرآن روئے زمین کی اس پوری آبادی میں صرف دو ہی پارٹیوں کو جانتا ہے۔ ایک اللہ کی پارٹی (حزب اللہ)۔ دوسری شیطان کی پارٹی (حزب الشیطان)۔ شیطان کی پارٹی میں خواہ باہم اصول اور مسلک کے اعتبار سے کتنے ہی اختلافات ہوں، قرآن ان سب کو ایک سمجھتا ہے کیونکہ ان کا طرق فکر اور طریق عمل بہرحال اسلام نہیں ہے، اور جزئی اختلافات کے باوجود بہرحال وہ شیطان کے اتباع پر متفق ہیں:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ	شیطان ان پر غالب آگیا اور اس نے خدا سے انہیں
ذِكْرَ اللّٰهِ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ	غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اور
اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	جان رکھو کہ شیطان کی پارٹی والے ہی نامراد
(المجادلہ۔ ۳)	رہتے ہیں۔

برعکس اس کے اللہ کی پارٹی والے خواہ نسل اور وطن اور زبان اور تاریخی روایات کے اعتبار سے باہم کتنے ہی مختلف ہوں، بلکہ چاہے ان کے آباؤ اجداد میں باہم خونی عداوتیں ہی کیوں نہ رہ چکی ہوں،

جب وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقِ فکر اور مسلکِ حیات میں متفق ہو گئے تو گویا الٰہی رشتے (حَبْلُ اللّٰہِ) سے باہم جڑ گئے۔ اور اس نئی پارٹی میں داخل ہوتے ہی ان کے تمام تعلقات حزب الشیطان والوں سے کٹ گئے۔

پارٹی کا یہ اختلاف باپ بیٹے تک کا تعلق توڑ دیتا ہے، حتیٰ کہ بیٹا باپ کی وراثت تک نہیں پا سکتا (لا یتوارث اھل ملتین) پارٹی کا یہ اختلاف بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتا ہے حتیٰ کہ اختلاف رونما ہوتے ہی زوجین پر ایک دوسرے کی مواصلت حرام ہو جاتی ہے محض اس لیے کہ دونوں کی زندگی کے راستے جدا ہو چکے ہیں (لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ)۔ پارٹی کا یہ اختلاف ایک برادری، ایک خاندان کے آدمیوں میں پورا مقاطعہ کرا دیتا ہے حتیٰ کہ حزب اللہ والے کے لیے حرام ہو جاتا ہے کہ اپنی نسلی برادری کے ان لوگوں میں شادی بیاہ کرے جو حزب الشیطٰن سے تعلق رکھتے ہوں (وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ)۔ پارٹی کا یہ اختلاف نسلی قومیت کا تعلق صرف کاٹ ہی نہیں دیتا بلکہ دونوں میں ایک مستقل نزاع برپا کر دیتا ہے جو دائماً قائم رہتی ہے تاوقتیکہ وہ اللہ کی پارٹی کے اصول تسلیم نہ کریں:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ

تمہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ہے کہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے صاف کہدیا کہ ہمارا تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے کوئی واسطہ نہیں جن کی تم خدا کو چھوڑ کر بندگی کرتے ہو، ہم تم سے منکر ہو چکے اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کیلیے دشمنی پڑ گئی تاوقتیکہ تم خدائے واحد پر

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (الممتحنہ - ۱)

ایمان نہ لاؤ۔ مگر تمہارے لیے ابراہیم کے اس قول میں نمونہ نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میں تیرے لیے مغفرت کی دعا کرونگا۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ (التوبہ - ۱۴)

ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا محض اس وعدے کی بنا پر تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا۔ مگر جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے دست بردار ہو گیا۔

پارٹی کا یہ اختلاف ایک خاندان والوں اور قریب ترین رشتہ داروں کے درمیان بھی محبت کا تعلق حرام کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر باپ اور بھائی اور بیٹے بھی حزب الشیطان میں شامل ہوں تو حزب اللہ والا اپنی پارٹی سے غداری کریگا اگر ان سے محبت رکھے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ..... أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ - ۳)

تم ایسا ہرگز نہ پاؤ گے کہ کوئی جماعت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو اور پھر اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ... یہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں اور جان رکھو کہ اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

پارٹی ہی کے مفہوم میں دوسرا لفظ جو قرآن نے استعمال کیا ہے وہ لفظ ''امت'' ہے۔ حدیث میں بھی یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہوا ہے۔ ''امت'' اس جماعت کو کہتے ہیں جس کو کسی امر جامع نے مجتمع کیا ہو، لہذا

کسی مجموعۂ افراد کو "امت" قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے درمیان کوئی اصل مشترک ہو جوان کے اجتماع کی وجہ بن گئی ہو۔ مسلمانوں کو جس اصل مشترک کی بنا پر ایک "امت" قرار دیا گیا ہے وہ کوئی زمانی یا مکانی یا نسلی شے نہیں ہے، بلکہ وہ ان کی زندگی کا مشن اور ان کی پارٹی کا اصول اور مسلک ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران - ۱۲)	تم وہ بہترین امت ہو جو نوع انسانی کے لیے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ - ۱۷)	اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک بیچ کی امت بنایا ہے تاکہ تم نوع انسانی پر نگراں ہو اور رسول تم پر نگراں ہو۔

یہ آیات صاف طور پر بتاتی ہیں کہ مسلمان جس امت کا نام ہے وہ دراصل ایک بین الاقوامی جماعت (International Party) ہے جو دنیا کی ساری قوموں میں سے اُن اشخاص کو چھانٹ کر بنائی جاتی ہے جو ایک خاص اصول کو ماننے اور ایک خاص مشن کو انجام دینے کے لیے تیار ہوں ("بیچ کی امت")۔ ان کا مشن ایک عالمگیر مشن (World Mission) ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دنیا میں خدائی فوجدار کے فرائض انجام دیں ("نوع انسانی کے لیے نکالی گئی ہے"۔ "تم نوع انسانی پر نگراں ہو")۔ اس مشن کی بنیاد جس چیز پر ہے وہ یہ ہے کہ خدا نے اس پارٹی کے لیڈر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر و عمل کا جو ضابطہ دیا تھا اس کو تمام ذہنی، اخلاقی اور مادّی طاقتوں سے کام لیکر دنیا میں نافذ کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں ہر دوسرے طریقہ کو مغلوب کر دیا جائے۔ بکثرت آیات اور احادیث میں اس مشن کی توضیح کی گئی ہے جس سے ہم آئندہ کسی صحبت میں تعرض کرینگے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ مسلمان اس معنی میں "امت" ہرگز نہیں ہیں کہ ان کو جمع کرنے والی چیز نسل، یا اتحاد مسکن، یا معاشرتی یک رنگی، یا تاریخی روایات، یا اسی قبیل کی کوئی دوسری شے ہے، بلکہ یہ صرف اس

معنی میں امت ہیں کہ ایک عقیدہ، ایک طریق فکر، ایک مسلک زندگی، ایک مقصدِ حیات اور ایک عملی پروگرام پر یہ مجتمع ہوتے ہیں۔

تیسرا اصطلاحی لفظ جو مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت استعمال کیا ہے وہ لفظِ "جماعت" ہے، اور یہ لفظ "حزب" کی طرح بالکل پارٹی کا ہم معنی ہے۔ علیکم بالجماعۃ اور ید اللہ علی الجماعۃ وغیرہ احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "قوم" یا "شعب" یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ استعمال کرنے سے قصداً احتراز فرمایا اور ان کی جگہ بالالتزام "جماعت" ہی کی اصطلاح استعمال کی۔ آپ نے یہ کبھی نہ فرمایا کہ "ہمیشہ قوم کے ساتھ رہو"، یا "قوم کے بغیر اسلام نہیں"، یا "قوم پر خدا کا ہاتھ ہے"۔ بلکہ ایسے تمام مواقع پر آپ جماعت ہی کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے اور یہی ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کی نوعیت ظاہر کرنے کے لیے "قوم" کے بجائے جماعت اور حزب اور پارٹی کے الفاظ ہی زیادہ مناسب ہیں۔ قوم کا لفظ جن معنوں میں عموماً مستعمل ہوتا ہے ان کے لحاظ سے ایک شخص خواہ کسی مسلک اور کسی اصول کا پیرو ہو ایک قوم میں شامل رہ سکتا ہے جبکہ وہ اس قوم میں پیدا ہوا ہو اور اپنے نام، طرز زندگی اور معاشرتی تعلقات کے اعتبار سے اس قوم کے ساتھ منسلک ہو۔ لیکن پارٹی، جماعت اور حزب کے الفاظ جن معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں ان کے لحاظ سے اصول اور مسلک ہی پر پارٹی میں شامل ہونے یا اس سے خارج ہونے کا مدار ہوتا ہے۔ آپ ایک پارٹی کے اصول و مسلک سے ہٹ جانے کے بعد ہرگز اس میں شامل نہیں رہ سکتے، نہ اس کا نام استعمال کر سکتے ہیں، نہ اُس کے نمائندے بن سکتے ہیں، نہ اس کے مفاد کے محافظ بن کر نمودار ہو سکتے ہیں، اور نہ پارٹی والوں سے آپ کا کسی طور پر تعاون ہو سکتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ میں پارٹی کے اصول و مسلک سے تو متفق نہیں ہوں، لیکن میرے ماں باپ اس پارٹی کے ممبر ہیں اور میرا نام اسکے ممبروں سے ملتا جلتا ہے اس لیے مجھے بھی ممبروں کے سے حقوق ملنے چاہییں، تو آپ کا

یہ استدلال اتنا مضحکہ انگیز ہوگا کہ شاید سننے والوں کو آپ کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگے گا۔ لیکن پارٹی کو قوم کے تصور سے بدل ڈالیے، پھر ایسی تمام حرکات کرنے کی گنجائش نکل آتی ہے۔

حزب اللہ کے ارکان میں یک جہتی، اور ان کی اجتماعی زندگی میں یکسانی پیدا کرنے اور ان کو ایک سوسائٹی بنانے کے لیے حکم دیا گیا تھا کہ تم آپس ہی میں شادی بیاہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی ان کی اولاد کے لیے تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ وہ خود بخود پارٹی کے اصول و مسلک کے پیرو بن کر اٹھیں اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ افزائش نسل سے بھی پارٹی کی قوت بڑھتی رہے۔ یہیں سے اس "پارٹی" کے "قوم" بننے کی ابتدا ہوئی اور اس کے بعد مشترک معاشرت، نسلی تعلقات، اور تاریخی روایات نے ان کے درمیان قومیت کو نہایت مستحکم کیا۔

اس حد تک تو جو کچھ ہوا بالکل درست تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ مسلمان اس حقیقت کو بھولتے چلے گئے کہ وہ دراصل ایک پارٹی ہیں اور پارٹی ہونے کے حیثیت ہی پر ان کی قومیت کی اساس رکھی گئی ہے۔ یہ نسیان کا عارضہ ایک مدت سے مسلمانوں کو لاحق ہے اور بڑھتے بڑھتے اب یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ "پارٹی" کا تصور بالکل گم ہو گیا۔ مسلمان اب صرف ایک قوم بن کر رہ گئے ہیں، اور اس قومیت کا تصور ان کے ذہن میں ویسا ہی جاہلانہ تصور ہے جیسا دنیا کی دوسری قوموں میں پایا جاتا ہے۔ جس معنی میں جرمن ایک قوم ہیں، جاپانی ایک قوم ہیں، انگریز ایک قوم ہیں، قریب قریب اسی معنی میں مسلمان بھی اپنے آپ کو ایک قوم سمجھنے لگے ہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ دوسری قوموں کا نظریۂ قومیت نسلی یا جغرافی اور لسانی حدود میں محدود ہے اور اس کے برعکس مسلمان ابھی تک ایک وسیع بین الاقوامی زاویۂ نظر کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اسلام محض بین الاقوامیت کا نام تو نہیں ہے۔ اصل چیز تو وہ اصول اور مسلک ہے جس پر اسلام نے مسلمانوں کو ایک امت بنایا تھا، وہ مشن ہے جس کو پورا کرنے کیلیے اس نے اپنے پیرووں کو ایک پارٹی کی شکل میں منظم کیا تھا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلم قوموں سے قومیت کا جاہلی تصور لے کر اس اصلی چیز کو گم کر دیا۔ یہ ایسی بنیادی غلطی ہے، اور اس کے قبیح اثرات اتنے پھیل گئے ہیں کہ احیاء اسلام کے

سیلے کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا جب تک کہ اس غلطی کو مٹا نہ دیا جائے

ایک پارٹی کے ارکان میں باہمی محبت، رفاقت اور معاونت جو کچھ بھی ہوتی ہے شخصی یا خاندانی حیثیت سے نہیں ہوتی بلکہ صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ وہ سب ایک اصول کے معتقد اور ایک مسلک کے پیرو ہوتے ہیں۔ پارٹی کا ایک رکن اگر جماعتی اصول اور مسلک سے ہٹ کر کوئی کام کرے تو صرف یہی نہیں کہ اس کی مدد کرنا پارٹی والوں کا فرض نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس پارٹی والوں کا فرض یہ ہوتا ہے کہ اس کو ایسے باغیانہ اور غدارانہ طرز عمل سے روکیں، نہ مانے تو اسکے خلاف جماعتی ضوابط کے تحت سخت کارروائی کریں، پھر بھی نہ مانے تو جماعت سے نکال باہر کریں۔ ایسی مثالیں بھی دنیا میں نا پید نہیں ہیں کہ جو شخص پارٹی کے مسلک سے شدید انحراف کرتا ہے اس کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ذرا مسلمانوں کا حال دیکھیے کہ اپنے آپ کو پارٹی کے بجائے "قوم" سمجھنے کی وجہ سے یہ کیسی شدید غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص اپنے کسی فائدے کے لیے غیر اسلامی اصولوں پر کوئی کام کرتا ہے تو دوسرے مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں گے اور اگر اس کی مدد نہیں کی جاتی تو شکایت کرتا ہے کہ دیکھو، مسلمان مسلمان کے کام نہیں آتے۔ سفارش کرنے والے اس کی سفارش ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ بھائی ایک مسلمان کا بھلا ہوتا ہے، ایک بھائی کا کام نکلتا ہے، اس کی مدد کرو۔ مدد کرنے والے بھی اگر اس کی مدد کرتے ہیں تو اپنے اس فعل کو اسلامی ہمدردی ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ اس سارے معاملہ میں ہر ایک کی زبان پر بار بار اسلامی ہمدردی، اسلامی برادری، اور اسلام کے رشتۂ دینی کا نام آتا ہے حالانکہ درحقیقت اسلام کے خلاف عمل کرنے میں خود اسلام ہی کا حوالہ دینا اور اس کے نام سے کسی کا ہمدردی چاہنا یا کسی کا ہمدردی کرنا صریح لغو بات ہے۔ جس اسلام کا یہ لوگ نام لیتے ہیں اگر حقیقت میں وہ ان کے اندر زندہ ہو تو جونہی کہ ان کے علم میں یہ بات آئے کہ اسلامی جماعت کا کوئی شخص اصول اسلام کے خلاف ناجائز کام کر رہا ہے، یہ اسکی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں اور اس سے توبہ کرا کے چھوڑیں۔ کسی کا

مدد چاہنا اور کسی کا سفارش کرنا تو در کنار ایک زندہ اسلامی سوسائٹی میں تو کوئی شخص اصول اسلامی کے خلاف عمل کرنے کا نام تک زبان پر نہیں لا سکتا۔ لیکن آپ کی سوسائٹی میں رات دن یہی معاملہ ہو رہا ہے اور اسکی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ آپ کے اندر جاہلی قومیت آگئی ہے۔ جس چیز کو آپ اسلامی اخوت کہہ رہے ہیں یہ دراصل جاہلی قومیت کا رشتہ ہے جو آپ نے غیر مسلموں سے لیا ہے۔

اسی جاہلیت کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ آپ کے اندر "قومی مفاد" کا ایک عجیب تصور پیدا ہو گیا ہے، اور آپ اس کو بے تکلف "اسلامی مفاد" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ نام نہاد اسلامی مفاد یا قومی مفاد کیا چیز ہے؟ یہ کہ جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کا بھلا ہو، ان کے پاس دولت آئے، ان کی عزت بڑھے، ان کو اقتدار نصیب ہو، اور کسی نہ کسی طرح ان کی دنیا بن جائے، بلا لحاظ اس کے کہ یہ سب فائدے اصولِ اسلام کی پیروی کرتے ہوئے حاصل ہوں یا خلاف ورزی کرتے ہوئے۔ پیدائشی مسلمان یا خاندانی مسلمان کو آپ "مسلمان" کہتے ہیں، چاہے اسکے خیالات اور اسکے طرزِ عمل میں صفتِ اسلام کہیں ڈھونڈے بھی نہ ملتی ہو۔ گویا آپ کے نزدیک مسلمان روح کا نہیں بلکہ جسم کا نام ہے، اور صفتِ اسلام سے قطع نظر کر کے بھی ایک شخص کو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اس غلط تصور کے ساتھ جن جسموں کا اسمِ ذات آپ نے مسلمان رکھا ہے، انکی حکومت کو آپ اسلامی حکومت، ان کی ترقی کو آپ اسلام کی ترقی، انکے فائدے کو آپ اسلامی مفاد قرار دیتے ہیں، خواہ یہ حکومت اور یہ ترقی اور یہ فوائد سراسر اصولِ اسلام کے خلاف ہوں۔ جس طرح جرمنیت کسی اصول کا نہیں بلکہ محض ایک قومیت کا نام ہے، اور جس طرح ایک جرمن قوم پرست محض جرمنوں کی سربلندی چاہتا ہے، خواہ کسی طریقہ سے ہو، اسی طرح آپ نے بھی "مسلمانیت" کو محض ایک قومیت بنا لیا ہے، اور آپ کے مسلمان قوم پرست محض اپنی قوم کی سربلندی کو اپنا مطمحِ نظر سمجھ رہے ہیں، خواہ یہ سربلندی اصولاً اور عملاً اسلام کے بالکل برعکس طریقوں کی پیروی کا نتیجہ ہو۔ کیا یہ جاہلیت نہیں ہے؟ کیا درحقیقت آپ اس بات کو قطعی فراموش

نہیں کر سکتے ہیں کہ مسلمان صرف اس بین الاقوامی پارٹی کا نام تھا جو دنیا میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ایک نظریہ اور ایک عملی پروگرام لے کر اٹھی تھی؟ اس نظریہ اور پروگرام کو الگ کر دینے کے بعد شخصی یا اجتماعی حیثیت سے جو لوگ کسی دوسرے نظریہ اور پروگرام پر کام کرتے ہیں ان کے لیے لفظ مسلمان ہی سرے سے استعمال نہیں کیا جا سکتا کجا کہ ان کے کام کو اسلامی کام کہا جا سکے۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ جو شخص سرمایہ داری کے اصول پر کام کرتا ہو اس کو ”اشتراکی“ کے نام سے یاد کیا جائے؟ کیا سرمایہ دارانہ حکومت کو آپ کبھی اشتراکی حکومت کہتے ہیں؟ کیا فاشستی طرز ادارہ کو آپ جمہوری طرز ادارہ کہتے ہیں؟ اگر کوئی شخص اس طرح اصطلاحوں کو بے جا استعمال کرے تو شائد آپ اسے جاہل اور بے وقوف کہنے میں ذرا تامل نہ کریں گے۔ مگر یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان کی اصطلاح کو بالکل بے جا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس میں کسی کو جاہلیت کی بو تک محسوس نہیں ہوتی۔

مسلمان کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ اس کا کوئی مفہوم ”اسلام کے پیرو“ یا ”اسلام کے متبع“ کے سوا نہیں ہے۔ یہ لفظ ہندو یا جاپانی یا چینی کی طرح نہیں ہے کہ ایک شخص کی پیدائشی صفت کو ظاہر کرتا ہو اور اس کی ذات کے ساتھ ہر حال میں چپکا رہے۔ بلکہ یہ انسان کی اس خاص ذہنی، اخلاقی اور عملی صفت کو ظاہر کرتا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ لہذا آپ اس لفظ کو مسلمان کے لیے اس طرح استعمال نہیں کر سکتے جس طرح آپ ہندو یا جاپانی یا چینی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت صرف اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اصولِ اسلام کے مطابق کام کرے۔ جونہی کہ وہ اس اصول سے ہٹا، اس سے یہ حیثیت خود بخود منفک ہو گئی۔ اب وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی شخصی حیثیت میں کرتا ہے۔ اسے اسلام کا نام استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسی طور پر مسلمان کا مفاد، مسلمان کی ترقی، مسلمان کی حکومت، مسلمان کی وزارت، مسلمان کی تنظیم اور ایسے ہی دوسرے الفاظ آپ صرف ان مواقع پر بول سکتے ہیں جب کہ یہ چیزیں اصولِ اسلامی کے مطابق ہوں اور اس مشن کو پورا کرنے والی ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی لفظ

مسلمان کا استعمال درست نہیں - آپ ان کو جس دوسرے نام سے چاہیں موسوم کریں، بہر حال مسلمان کے
نام سے موسوم نہیں کر سکتے - کیونکہ صفتِ اسلام سے قطع نظر کرکے "مسلمان" سرے کوئی شے ہی نہیں ہے -
آپ کبھی اس بات کا تصور نہیں کر سکتے کہ اشتراکیت سے قطع نظر کرکے کسی شخص یا قوم کا نام اشتراکی ہے، اور اس
معنی میں کسی مفاد کو اشتراکی مفاد یا کسی حکومت کو اشتراکی حکومت یا کسی تنظیم کو اشتراکیوں کی تنظیم یا کسی ترقی کو اشتراکیوں کی
ترقی کہا جا سکتا ہے - پھر آخر "مسلمان" کے معاملہ میں آپ نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ اسلام سے قطع نظر کرکے مسلمان کسی
شخص یا قوم کا ذاتی نام ہے، اور اس کی ہر چیز کو اسلامی کہہ دیا جا سکتا ہے ؟

اس غلط فہمی نے بنیادی طور پر اپنی تہذیب، اپنے تمدن اور اپنی تاریخ کے متعلق آپ کے رویہ کو غلط کر دیا ہے -
جو بادشاہتیں اور حکومتیں غیر اسلامی اصول پر قائم ہوئی تھیں، آپ ان کو "اسلامی" کہتے ہیں صرف اس لیے کہ ان کے
اورنگ نشین اتفاق سے مسلمان بھی تھے - جو تمدن قرطبہ و بغداد اور دہلی و قاہرہ کے عیش پرست درباروں
میں پرورش پایا تھا آپ اسے اسلامی تمدن کہتے ہیں حالانکہ اس کو اسلام سے کوئی واسطہ نہ تھا - آپ سے جب
اسلامی تہذیب کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو آپ جھٹ آگرے کے تاج محل کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں گویا
یہ ہے اس تہذیب کا سب سے زیادہ نمایاں نمونہ - حالانکہ اسلامی تہذیب سرے سے یہ ہے ہی نہیں کہ ایک
میت کو سپرد خاک کرنے کے لیے ایکڑوں زمین مستقل طور پر گھیر لی جائے اور اس پر لاکھوں روپے کی عمارت
تیار کی جائے - آپ جب اسلامی تاریخ کے مفاخر بیان کرنے پر آتے ہیں تو عباسیوں، سلجوقیوں اور مغلوں
کے کارنامے بیان کرتے ہیں، حالانکہ حقیقی اسلامی تاریخ کے نقطۂ نظر سے ان کارناموں کا بڑا حصہ آبِ زر
سے نہیں بلکہ سیاہ روشنائی سے جرائم کی فہرست میں لکھے جانے کے قابل ہے - آپ کے زاویۂ نظر میں یہ
کجی صرف اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ آپ مسلمان کی ہر چیز کو اسلامی سمجھتے ہیں اور آپ کا گمان یہ ہے کہ جو شخص
مسلمان کہلاتا ہے وہ اگر غیر مسلمانہ طریق کار بھی اختیار کر لے تو اس کے کام کو مسلمان کا کام کہا جا سکتا ہے -

یہی ٹیڑھا زاویۂ نظر آپ نے اپنی ملّی سیاست میں اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام کے اصول و نظریات اور اس کے مشن سے بالکل قطع نظر کر کے آپ ایک قوم کو مسلم قوم کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس قوم کی طرف سے یا اس کے نام سے یا اس کے لیے ہر شخص یا ہر گروہ من مانی کارروائیاں کر سکتا ہے۔ آپ کے نزدیک ہر وہ شخص مسلمانوں کا نمائندہ بلکہ ان کا لیڈر بھی بن سکتا ہے جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتا ہو، چاہے اس غریب کو اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ آپ ہر اس پارٹی کے ساتھ لگ چلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جس کی پیروی میں آپ کو کسی نوعیت کا فائدہ نظر آتا ہو، خواہ اس کا مشن اسلام کے مشن سے کتنا ہی مختلف ہو۔ آپ خوش ہو جاتے ہیں جب مسلمانوں کو چار روٹیاں ملنے کا کوئی انتظام ہو جائے، خواہ اسلام کی نگاہ میں وہ حرام کی روٹیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ پھولے نہیں سماتے جب کسی جگہ مسلمان آپ کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھا نظر آتا ہے، خواہ وہ اس اقتدار کو بالکل اسی طرح غیر اسلامی مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہو جس طرح ایک غیر مسلم کر سکتا ہے۔ آپ اکثر ان چیزوں کا نام اسلامی مفاد رکھتے ہیں جو حقیقتاً غیر اسلامی ہیں، اُن اداروں کی حمایت و حفاظت پر اپنا زور صرف کرتے ہیں جو اصول اسلام کے بالکل خلاف قائم ہوئے ہیں، اور اُن مقاصد کے پیچھے اپنا روپیہ کھپاتے اور اپنی قومی طاقت ضائع کرتے ہیں جو ہرگز اسلامی نہیں ہیں۔ یہ سب نتائج ہیں اس ایک بنیادی غلطی کے کہ آپ نے اپنے آپ کو محض ایک قوم سمجھ لیا ہے اور اس حقیقت کو آپ بھول گئے ہیں کہ دراصل آپ ایک بین الاقوامی پارٹی ہیں جس کا کوئی مفاد اور کوئی مقصد اپنی پارٹی کے اصولوں کو دنیا میں حکمران بنانے کے سوا نہیں ہے، بلکہ جس کا ایک خاص نام سے موجود رہنا ہی بے معنی ہے اگر وہ دنیا میں اپنے اصولوں کو لے کر نہ اٹھے۔ جب تک آپ اپنے اندر قوم کے بجائے پارٹی کا تصور پیدا نہ کریں گے اور اس کو ایک زندہ تصور نہ بنائیں گے، زندگی کے کسی معاملہ میں بھی آپ کا رویّہ درست نہ ہو گا۔